یہود کا ذکر قرآنِ کریم میں

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہٗ مردان
مدرس دارالعلوم حقانیہ

چند شبہات کا ازالہ

مشرقِ وسطیٰ کے مسلمانوں پر یہود کی طرف سے جو مصیبتِ عظمیٰ آپڑی ہے۔ اس سے غیر مسلم اقوام کو مسلمانوں کا مذاق اور تمسخر اڑانے کا موقع مل گیا ہے۔ اور طعنہ دینے کا سامان بہم پہنچا ہے۔ کہ مٹھی بھر یہودیوں نے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو شکستِ فاش دیدی۔ حالانکہ یہ قوم دنیا بھر میں خصوصاً مسلمانوں کے نزدیک ذلیل ترین ہے۔ نہ تو مسلمانوں کو عظیم کثرت نے شکست سے بچایا اور نہ امدادِ غیبی ان کے شاملِ حال ہوئی جس کا مسلمان عموماً دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ نصرتِ خداوندی ہمیشہ ہماری شاملِ حال رہتی ہے۔ اسی طرح اس سے بعض اذہان میں وسوسہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ یہود کی حکومت اور غلبہ اور عزت قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔ مثلاً آیت : ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ۔ (البقرہ) وضربت علیہم الذلۃ اینما ثُقِفُوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس۔ (آل عمران) - یا۔ واذ تأذن ربک لیبعثنّ علیہم الیٰ یوم القیامۃ من یسومہم سوء العذاب۔ (الاعراف)

تو یہود کی موجودہ عزت اور حکومت بلکہ مسلمانوں پر تسلط کیسے وقوع میں آیا۔ اور نصرتِ خداوندی کا وعدہ (وکان حقاً علینا نصر المومنین) کیوں وقوع پذیر نہ ہوا۔؟ یہ تمام شبہات زیادہ تر قلتِ تدبر اور سوءِ فہم پر مبنی ہیں۔ یہاں اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امدادِ غیبی کا وعدہ مشروط ہے۔ ایمان و اطاعت اور عہدِ وفاداری پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور اشاعتِ دین کی جدوجہد کرنے پر : والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ـــــ ولینصرن اللہ من ینصرہ ـــــ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

وکان حقا علینا نصر المومنین ۔ آیات مذکورہ بالا اور اسی قسم کے دوسرے بے شمار نصوص، آیات اور احادیث امداد و نصرت خداوندی کی بنیادی شرائط پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ بغاوت اور اطاعت سے انحراف اور عام بے عملی فسق و فجور کے ارتکاب شعائر اسلام کی بے حرمتی کی صورت میں عذاب اور تباہی کے مستحق بننے کی وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً :۔

۱۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ۔	اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر ۔
۲۔ وما کان ربک لیھلک القریٰ واھلھا مصلحون ۔	تیرے پروردگار کی شان نہیں کہ بستیوں کو تباہ کرے حالانکہ ان کے بسنے والے نیک کردار ہوں ۔
۳۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ۔	اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں ۔
۴۔ واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا ۔	اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو حکم بھیجا اس کے عیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں تب ثابت ہو گئی ان پر بات۔ پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر ۔

عصر حاضر کے مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر عہد و پیمان توڑ کر عام بغاوت اور بے عملی کا ارتکاب شروع کر دیا ہے ۔ کوئی عیب ایسا نہیں جو ان میں نہیں پایا جاتا۔ دنیا میں کوئی حکومت مسلمانوں کی ایسی نہیں جس میں اسلامی احکام پورے طور پر نافذ ہوں۔ اکثریت پر مغربیت اور دہریت مسلط ہے ۔ اسلام کی سیاست مدنی ۔ تدبیر منزل ، تہذیب اخلاق ۔ معاملات ، عبادات ، معاشرات ، ایمانیات سے عام ناواقفی بلکہ اسلامی اصول حیات کو "ملائیت" اور "رجعت پسندی" کہہ کر بنظر حقارت دیکھنے لگے ۔ تو نصرت خداوندی سے محروم ہو کر وعید الٰہی کو بزبان حال دعوت دینے لگے۔ چنانچہ نتیجہ میں اپنے کردار کے عواقب برداشت کرنے لگے ۔ اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیش گوئی زبانی کی حرف بحرف واقع ہو کر رہی۔ چنانچہ فرمایا ہے :

۱۔ یوشک ان تداعیٰ علیکم الامم کما تداعی الاکلۃ علی القصعۃ فقال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ قال	عنقریب متعدد اقوام تمہارے کھانے اور ختم کرنے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے جس طرح کھانے والوں کے کاسے میں رکھے

انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن الله من صدور عدوکم المھابۃ ولیقذفن فی قلوبکم الوھن قال قائل یارسول الله صلعم ما الوھن قال حبُّ الدنیا وکراھیۃُ الموت۔ (مشکوٰۃ)

ہوتے طعام کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ کیا ہم اسوقت قلت میں ہوں گے۔ فرمایا نہیں تم اسوقت بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حالت اس وقت مانند سیلاب کی جھاگ کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا۔ اور تمہارے دلوں میں ضعف پیدا کر دے گا۔ یعنی دنیا کی محبت اور موت کی ناگواری۔ (لفظ امم کے عموم میں یہود بھی شامل ہیں)

۲۔ عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب لتبعتموھم قیل یارسول الله الیھود والنصاریٰ قال فمن؟ (مشکوٰۃ)

تم ضرور امم سابقہ کے طور طریقوں پر چلتے رہو گے بالشت بالشت دست بدست (یعنی برابر کے برابر بلافرق) یہاں تک کہ اگر وہ داخل ہوئے ہوں سانڈے کے سوراخ میں تم بھی ان کا اتباع کرو گے۔

۳۔ عن المرداس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم یذھب الصالحون الاول فالاول وتبقی حفالۃ کحفالۃ الشعیر لایبالیھم الله بالۃ۔ (مشکوٰۃ)

اچھے لوگ ختم ہو جاویں گے یکے بعد دیگرے اور وہ جاویں گے۔ ایسے لوگ جنکی کوئی حیثیت نہ ہو بے قدر ہوں مانند جو کے بھوسہ کے اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہ کریگا یعنی جس طرف سے ان پر مصیبت پڑ جائے کوئی امداد نہ فرماوے گا۔ نہ فریاد کی شنوائی ہوگی۔

قرون مشہود لہا بالخیر کے بعد مسلمانوں کے ہر دور کی تاریخ اور ان کی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرکے ان آیات واحادیث وعدو وعید کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے تو یہ شبہ کبھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ امت مسلمہ کے ساتھ وعدو مواعید میں کوئی فرق آیا ہے۔ یا ان کو ناکردہ گناہوں کی سزا ملی ہے۔ وما کان الله لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔ خدا کی شان یہ نہیں کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔ یہود کی موجودہ دور میں عارضی حکومت اور وقتی تفوق جسکو قرآنی نصوص کے خلاف سمجھا جا رہا ہے۔ تو اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے چند معروضات پیش کرنا ضروری ہے۔

۱۔ عالم اسباب میں حدثات کا اجتماع اور حوادث کا تعاقب محض بخت واتفاق کی بنا پر

نہیں بلکہ خالق کائنات نے ان کے درمیان باہمی ارتباط اور تعلق پیدا کر کے بعض کو اسباب اور بعض کو مسببات قرار دیا ہے۔ اسباب مہیا اور موجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عادات کے مطابق مسببات ان پر مرتب ہو کر وجود میں آتے ہیں۔

۲۔ تحقق اسباب کے بعد ترتیب مسببات لزوماً ہوتا ہے۔ اس کا تخلف نہیں ہوتا الا نادراً جسکو خرق عادت یا خلاف عادت الہیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً سورج کے طلوع کے بعد دن ضرور وجود میں آتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ سورج طلوع ہو کر رات قائم ہو جاتی ہے۔ مہلک مقدار میں زہر کھانے کے بعد موت طاری ہو جاتی ہے، چاہے حکیم کھائے چاہے جاہل۔ پانی پینے اور کھانا کھانے کے بعد پیاس بھوک کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ یہ ظاہر اور بدیہی امور ہیں۔

۳۔ اقوام کے عروج و زوال اور آزادی و غلامی کیلئے بھی اسباب ہوتے ہیں۔ مانند دوسرے حوادث کے یہ اسباب دو قسم کے ہیں۔ ۱۔ سماوی یعنی امداد غیبی اور ۲۔ مادی یعنی عادی اسباب۔ قسم اول کے متعلق پہلے عرض کیا گیا کہ وہ مشروط بالایمان والطاعۃ ہیں۔ ان کبھی قانون مجازات کے مطابق کافروں کو دوسرے کافروں یا مسلمانوں پر مسلط کر لیتا ہے۔ کما قال تعالیٰ ونذیق بعضہم بأس بعض اور ہم چکھاتے ہیں بعض کو دوسروں کی شدت۔ جیسا کہ یہودیوں پر جالوت، بخت نصر طیطوس رومی اور ہٹلر وغیرہ کو مسلط کرا دیا۔ اور مسلمانوں پر سزائے جرم کی پاداش میں یا تنبیہ اور عبرت حاصل کرنے کے لئے مختلف ادوار میں نصاریٰ یا تاتاری وغیرہ کا تسلط ہوا۔

۴۔ مادی اسباب۔ عروج و آزادی کے مادی اسباب جب کوئی قوم پورے طور پر مہیا کرے (مثلاً اتفاق باہمی، مواساۃ، قربانی راعی و رعایا میں تعاون، طاعت اور اعتماد، مدافعت اور تسلط کے لئے مطابق زمانہ ہر نوع اسلحہ کی فراہمی، جفاکشی، ایثار یعنی سیاست مدنی و ملکی کیلئے شریعت مصطفویہ نے بہ تفصیل تمام جو چیزیں بیان کی ہیں) تو حکومت اور غلبہ حاصل ہو گا۔ کفر اس کے لئے مانع نہ ہوگا۔ آجکل امریکہ اور روس کو جو فوقیت حاصل ہے، وہ انہی اسباب مادیہ کی بنا پر ہے نہ کہ وہ کلمہ گو ہیں۔

۵۔ کسی قوم کو آزاد یا غلام حاکم یا محکوم کہنا کہ فلاں قوم آزاد یا حکمران ہے۔ من حیث القوم باعتبار مجموعہ افراد یا اکثریت کے کہا جا سکتا ہے۔ اگر کسی قوم کے کروڑوں افراد میں سے صد ہزار یا لاکھ کسی گوشہ میں حاکمیت اور آزادی حاصل کریں۔ تو اس بنا پر قوم من حیث القوم کو آزاد یا حکمران اور باعزت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

۶۔ اسی طرح اگر بڑی مملکت کے اندر کسی قوم کو عارضی طور پر چند سال کیلئے حکومت ملے

تو عارضی حکومت چند روزہ کالعدم قرار پاکر مجموعہ یا اکثر اجزائے زمانہ کے اعتبار سے ۔ ان کو ذلیل و غلام کہا جاوے گا۔ چنانچہ احادیث سے صراحتہً ثابت ہے۔ کہ دجال یہودی کو عام دنیا پر سوائے حرمین شریفین کی پوری حکومت حاصل ہوگی۔ اس کے باوجود وہ ضربت علیہم الذلۃ کے مصداق ہیں۔

۷۔ اگر کوئی قوم دینی آزادی اور حکمرانی غلبہ میں مستقل ہو۔ کسی دوسری قوم کی دست نگر نہ ہو۔ تو ان کی طرف اقتدار آزادی اور حکومت کی نسبت حقیقۃً صحیح ہوگی۔ اور اگر کسی دوسری قوم کے لئے آلہ کار ہو۔ اور ان کی تمام طاقت دوسری قوم کے اغراض اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کیلئے ہو۔ تو اسی قوم کیطرف حکومت اور تسلیط کی نسبت حقیقۃً صحیح نہ ہوگی۔ بلکہ حاکمیت اور تسلط اس دوسری قوم کے لئے ہے جس قوم کی آلہ کار اور غلام ہے۔

اس تمہید کے بعد موجودہ دور میں ان سامراج کی ایجنسیوں یعنی یہود کی حکومت اور غلبہ اور اس کے وجود میں آنے کے عوامل و مبادی پر غور کرنا چاہیئے تاکہ اسکی حقیقت اچھی طرح سے بے نقاب ہو کر کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اگرچہ سابقہ معروضات بھی ازالہ شبہ کے لئے اجمالاً کافی ہیں۔

۱۹۴۰ء کی جنگ عظیم میں جبکہ ان مغضوب علیہم پر قدرت کیطرف سے ہٹلر مجسم تازیانہ غضب بن کر مسلط ہوا۔ تو اس نے ممالک مفتوحہ میں حکم جاری کیا کہ جس یہودی کو جان بچانا مقصود ہو، وہ ان ملکوں سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر نکل جائے ورنہ اسکی جان کی خیر نہ ہوگی۔ جرمنی کے سقوط سے پہلے جتنے یہود نکل گئے وہ جان بچانے میں کامیاب ہوئے، جو نہ نکل سکے ان سب کو قید کر کے کسی کو زندہ جلا دیا اور کسی کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اور اکثر قتل کر دیئے گئے۔ یہ داستان کسی پر مخفی نہیں۔ بچنے والے جو کثیر تعداد میں مختلف ممالک میں منتشر ہوئے تھے، سامراجیوں نے ان کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے آلہ کار بنا کر عرب کے قلب لینے کے لئے فلسطین میں لا کر بسایا۔ اور فلسطینیوں کو جلاوطن کر دیا۔ عرب ممالک اپنی کمزوری اور بے اتفاقی کی بنا پر دیکھتے رہے اور کچھ نہ کر سکے۔ ابتداء میں تھوڑی مقدار میں آئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھتی رہی، اور سامراجیوں نے بیس سال کے اندر ان کو طاقتور بنانے اور سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے لئے انہیں پھر امداد دی۔ مدافعت اور جارحیت کیلئے انہیں ہر قسم کے جدید اسلحہ سے پوری طرح مسلح کر دیا۔ کامیاب اجتماعی زندگی کیلئے جن ذرائع اور وسائل کی ضرورت تھی سب کو پورا کر دیا۔ یہود جو قریبی مدت میں انتہائی مظالم و مصائب برداشت کر چکے تھے، موقع کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے لگے۔ اور باہمی اتفاق [illegible] قربانی جفاکشی تنظیم مال اور

سے گریز غرض معاشرہ اور رعیت کی اصلاح اور کامیابی کے لئے جو اخلاقی اور مادی کارنامے درکار تھے، ان کی تحصیل میں ہمہ تن لگ گئے۔ اب قانون ربط اسباب بالمسببات کی رو سے ان کو حکومت اور طاقت حاصل ہونا مطابق عدد تھا۔ اور عرب حریف پر جو بے اتفاقی بدیانتی عیاشی عام بے عملی اور احکام خداوندی سے بغاوت کے شکار ہوئے تھے۔ ان کا غالب ہونا غیر متوقع نہ تھا۔ اور عجب نہیں کہ قدرت کو ان ذلیل ترین یہودیوں کے ہاتھ مطابق قانون مجازات کے عرب کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم تنبیہ اور تازیانہ عبرت منظور ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے۔

فما كان ربك ليهلك القرى واهلها مصلحون۔ تیرے پروردگار کی یہ شان نہیں کہ بستیوں کو تباہ کر دے۔ اور اس کے بسنے والے نیک کردار ہوں۔ آج امریکہ اور اسکی ہمنوا طاقتوں کے علاوہ ساری دنیا کہہ رہی ہے۔ کہ یہ یہود سامراجیوں کے پروردہ کہتے ہیں۔ اور انہوں نے انہیں اپنی سیاسی اغراض کے لئے عربوں پر مسلط کیا ہے۔ ورنہ ان کی کوئی پوزیشن نہیں۔ اس روشن حقیقت کے بعد کوئی عاقل اس حکومت اور طاقت کو ان کیطرف حقیقۃً منسوب نہیں کر سکتا، بلکہ یہ ساری حکومت اور طاقت سامراجیوں کی ہے۔ یہودی ان کے غلام بن کر حق غلامی ادا کر رہے ہیں۔ یہود کی موجودہ حکومت کو پیش نظر رکھ کر حسب ذیل آیت سراپا صداقت کے معنی پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ اسکی تصدیق ہے۔ نہ کہ خلاف۔ کجا کہ اس پر شبہ کیا جاوے۔

> ضربت عليهم الذلة اينما ثقفوا الا بحبل من الله وحبل من الناس۔ الآية
> ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جاویں سوائے دستاویز اللہ کے اور دستاویز لوگوں کے قرآن کریم کی صداقت غیر متزلزل ہے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں مقصور ہمارے فہم کا ہے۔

> لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد۔
> نہیں آسکتا اس کو جھوٹ اور باطل سامنے نہ پیچھے سے نازل کی گئی ہے حکمت والے اور ستائش کئے گئے قدرت کیطرف سے۔

اسی قسم کی آیت آل عمران کی آیت سے پہلے یہود کے تذکرہ میں سورۃ بقرہ میں بھی وارد ہوئی۔ وضربت عليهم الذلة والمسكنة وباءو بغضب من الله ذلك بانهم كانوا يكفرون بآيات الله ويقتلون النبيين بغير الحق ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون۔ ترجمہ۔ ماری گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے

تھے احکام الہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور عقل و شرع کے دائرہ سے نکل جاتے تھے۔

۱۔ یہاں اینما ثقفوا کی قید نہیں اور نہ استثناء ہے۔ لیکن القرآن یفسر بعضہ بعضاً کی بنا پر دونوں یہاں بھی مراد ہیں۔ آل عمران کی آیت اگرچہ اہل کتاب کے تذکرہ میں آئی ہے۔ لیکن مراد اس سے خاص یہود ہیں بدلیل سیاق۔

۲۔ ذلت خلاف عزت و قوۃ کو کہتے ہیں۔ جس میں جان و مال کا غیر معصوم ہونا اور محکومیت و غلامی شامل ہیں۔ مسکنت بمعنے ضعف و فقر اور پستی کے ہے۔ اور الا بحبل استثناء ہے عموم احوال سے یعنی فی عامۃ الاحوال الا معتصمین بحبل من اللہ و متلبسین بذمتہ (بیضاوی)

۳۔ حبل متعدد معانی میں مستعمل ہے۔ کتابُ اللہ۔ حدیث میں ہے کتاب اللہ حبلٌ ممدود من السماء الی الارض علیکم بحبل اللہ ای کتابہ۔ حبل بمعنے عہد و میثاق۔ حبل بمعنے ذمہ و امان کے۔ بمعنے دین اور سبب کے (مجمع البحار) یہاں حبل اللہ سے ہر ایک معنی مراد لیا جا سکتا ہے۔ اور حبل من الناس سے صرف ذمہ اور امان یعنی عہد و پیمان مراد ہیں۔ یعنی ضربت علیہم الذلۃ اینما ثقفوا فی عامۃ الاحوال الا معتصمین او متلبسین بکتاب اللہ ودینہ وذمتہ وعہدہ او بعہدہ او بعہد وذمتہ وامان من الناس۔ ترجمہ:۔ جما دی گئی ہے ان پر ذلت جہاں بھی پائے جاویں ہر حال میں الا انکہ اعتصام بکتاب اللہ اور بدین اللہ کریں۔ اس کے ذمہ امان اور عہد میں داخل ہو جائیں (جسکا حاصل اسلام میں داخل ہونا ہے) یا لوگوں کے ذمہ و امان عہد میں داخل ہو جائیں۔ یعنی مسلمانوں کیساتھ مصالحت ہو یا جزیہ قبول کر کے ذمی بن جاویں۔ یا کسی دوسری قوم کے عہد و ذمہ اور امان میں داخل ہوں۔ یعنی نصاریٰ۔ یہاں لفظ ناس عام ہے۔ نصاریٰ کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ (آل عمران) میں وعدہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کہ تیرے متبعین کو قیامت تک یہود پر فوقیت حاصل ہوگی۔ اور اتباع سے مراد اس کے ساتھ اعتقاد نبوت ہے۔ اور اس میں مسلمان نصاریٰ دونوں شریک ہیں۔ اور واقعات بھی اس کے شاہد ہیں۔ کہ یہود ہمیشہ کے لئے مسلمان یا نصاریٰ کے محکوم آئے ہیں۔ اور اس وقت بھی یہی حال ہے۔ کہ ساری دنیا میں یہود دوسری اقوام کے زیر اثر و حکومت ہیں۔ قرآن کریم نے اس ذلت و پستی کی جو علت بیان کی ہے۔ قتل انبیاء علیہم السلام، حدود شرع و عقل سے تجاوز، نافرمانی۔ انکار آیات۔ دناءت طبع کی بنا پر نعمتوں کی ناشکری اور

نفیس کو خسیس اشیاء سے استبدال، انبیاء کی سرکردگی میں جہاد سے انکار وغیرہ۔ قبائح انکار اثر لازم ذلت، دھواں ہے ــــ ہاں کبھی دنی اور شریر بالطبع مجازات و مکافات سے تنگ آکر عارضی اور وقتی طور پر راہ راست پر آجاتا ہے۔ جیسا کہ یہود نے بھی عمالقہ کے پے در پے قتل و غارتگری سے تنگ آکر اپنے نبی سے بادشاہ کا مطالبہ کیا۔ تاکہ اسکی سرکردگی میں جہاد کرکے شاید کامیاب ہو کر کچھ اطمینان کا سانس لیں ــــ اذقالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ۔ مگر بادشاہ طالوت کے تقرر پر بھی شرارت سے باز نہ آئے۔ اور پھر بھی کثیر تعداد میں قتال سے کر بیٹھے۔ الحاصل یہود کا موجودہ غلبہ بحبل من الناس کا مصداق ہے۔ اس طرح سطحی اذہان میں آیت : واذتاذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب ــــ ترجمہ : اور اس وقت کو یاد کرو جب خبر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہوں گا یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا کرے ان کو بڑا عذاب ــــ سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں یہود کی قیامت تک مقہوریت اور محکومیت کا اعلان کیا گیا ہے۔ حالانکہ موجودہ وقت میں وہ قاہر و حاکم ہیں۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے معروض بالا کافی ہے۔ لیکن مزید وضاحت کیلئے آیت کی تفسیر مناسب ہوگی۔ یہ آیت سورہ اعراف کی ہے جو یہود کے تذکرہ میں وارد ہے۔ اس سے اوپر کی آیات میں یہود کے قبائح اور شرارتوں کا بیان ہوا ہے۔ آگے اس آیت میں انکے قبائح کا دنیا میں علاوہ سزائے آخرت کے انجام بد مذکور ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے پختہ اعلان کر دیا گیا تھا۔ کہ اگر یہود احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ تو حق تعالیٰ قرب قیامت تک وقتاً فوقتاً ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا، جو ان کو برے عذاب میں مبتلا رکھیں۔ برا عذاب یہاں محکومانہ زندگی، جان و مال کا غیر معصوم ہونا جزیہ دینا وغیرہ ہے۔ چنانچہ قوم یہود سلیمان علیہ السلام کے بعد کبھی یونانی کبھی کلدانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہی ہے۔ کبھی بخت نصر اور رومیوں کے ستم اند کا تختہ مشق بنی۔ آخر میں نبی کریم صلعم کے عہد مبارک تک مجوسوں کی باجگذار رہی پھر مسلمان حکمرانوں کو ان پر مسلط کر دیا گیا۔ غرض اس وقت سے آج تک انکو من حیث القوم عزت اور آزادی کی زندگی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ جہاں کہیں رہے اکثر ملوک و حکام کیطرف سے سخت ذلت اور خطرناک تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ ان کی مال و دولت وغیرہ کوئی چیز انہیں اس غلامی و محکومیت کی لعنت سے نجات نہ دے سکی۔ ابھی مشرق وسطی کی لڑائی میں جب یہود نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، تو ان کے وزیر اشکول نے مسجد اقصی میں داخل ہو کر قوم

کے سامنے تقریر کرتے ہوئے خود اعتراف کیا کہ تین ہزار سال کے بعد ہمکو بیت المقدس میں داخلہ نصیب ہوا۔ اس عرصہ دراز میں ہماری قوم نے نہایت سخت مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ اور در بدر کی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ سورۃ ابراہیم میں بنی اسرائیل کے تذکرہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کا خطاب اپنی قوم کو نقل فرمایا ہے۔ جو کہ مذکورہ بالا آیت کے مضمون کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ اور موسیٰؑ نے اپنی قوم سے واذتاذ ربکم لئن شکرتم لازیدنکم۔ فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمایا۔ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ کہ اگر احسان مانوگے اور زیادہ نعمتیں ملیں گی۔ اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب البتہ سخت۔ یعنی موجودہ نعمتیں تم سے سلب کر لی جائیں گی۔ اور ناشکری کی مزید سزا ملیگی۔ خدا کی ناشکری اسکی روحانی اور جسمانی نعمتوں کی بے قدری اور نازل کردہ احکام کی نافرمانی ہے۔

تو اسی آیت اور آیت مذکورہ بالا کی سیاق سے واضح ہے کہ محکومیت اور غلامی کی سزا انکی نافرمانی اور ناشکری کی پاداش میں ہے۔ اور قرب قیامت کی قید اسلئے لگادی گئی ہے کہ روایات صریحہ سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں دجال یہودی چند روزہ حکومت کرے گا۔ لیکن یہ چند روزہ حکومت کو عرصہ دراز کی غلامی کی بہ نسبت کالعدم قرار دیکر الی یوم القیامۃ کہا گیا۔ اسی طرح اس عرصہ دراز کے درمیان میں بھی ایسا معمولی وقفہ آیا ہے۔ ثم رددنا لکم الکرۃ علیہم وامددنا کم باموال وبنین وجعلناکم اکثر نفیرا۔ پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ان پر اور قوت دی تم کو مال سے اور بیٹوں سے اور اس سے زیادہ کردیا تمہارا لشکر۔ بابل کا گورنر بخت نصر نے یہود پر مسلط ہو کر انکو تباہ و قتل عام و قید کر دیا تھا۔ تقریباً سو سال کے بعد بہمن بن اسفندیار نے یہود پر رحم کھا کر ان کے قیدیوں کو آزاد کر کے ان پر دانیالؑ کو بادشاہ مقرر کیا۔ اور چند روزہ آزادی انکو حاصل ہوئی۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد رومیوں کے ہاتھ سے انکی تباہی ہوئی اور آزادی سلب ہو گئی تو اس معمولی وقفہ آزادی کی نسبت تین ہزار سال بلکہ اس سے بھی زائد زمانہ غلامی کیطرف کچھ بھی نہیں۔ اسی کو استغراق اور استیعاب عرفی کہتے ہیں۔ خطابات اور محاورات میں یہی استیعاب اور استغراق کمل ہے۔ اسکی مثالیں بکثرت ہیں۔ مثلاً حدیث لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق حتی یاتی امر اللہ۔ یعنی قیامت برپا نہ ہوگی۔ یہاں تک کوئی دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا ہے۔ لیکن یہ عرصہ چونکہ بہ نسبت زمانہ ظہور حق بہت کم ہے۔ اس لئے اسکو کالعدم قرار دیکر حتی یاتی امر اللہ یعنی قیامت تک کہہ دیا گیا ——— لہٰذا یہود کا یہ معمولی وقفہ آزادی آیت بالا کے عموم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ———۔

★